قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ابوسعید

Online Edition

جمعرات 18جون 2020ء | 26 شوال 1441ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:145

ارشادباری تعالیٰ

یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ

لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۲

(التغابن:2)

ترجمہ: اللہ ہی کی تسبیح کر رہا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ اُسی کی بادشاہت ہے اور اُسی کی سب حمد ہے اور وہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

فرمانِ رسول ﷺ

نماز کی اہمیت

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا بندوں سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اگر تو یہ حساب ٹھیک رہا تو کامیاب ہو گیا اور نجات پا لی ورنہ گھاٹا پایا، نقصان اٹھایا۔

(سنن الترمذی ابواب الصلاۃ باب ماجاء ان اول ما یحاسب حدیث 413)

فرمان خلیفہ وقت

امن میں آنے کی راہ نماز ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”بہت سے لوگ لکھتے ہیں کہ جنگ شروع ہو گی تو کیا ہو گا؟ ہم کیا کریں؟ تو ان کو یہی جواب ہے کہ اگر ان خطروں سے بچنا ہے تو پھر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے خدائے ذوالعجائب سے پیار کرنا ہو گا۔ اور اس پیار کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اپنی نمازوں اور اپنی عبادتوں کو اس کے حکم کے مطابق ڈھالتے ہوئے ہم لذّت و سرور پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اکثر لوگ ان ممالک میں آ کر دنیاوی کشائش دیکھ کر خدا تعالیٰ کو بھلا دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ کشائش انہیں ان ملکوں کی ترقی کی وجہ سے ملی ہے۔ اور یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ لوگ اتنے ترقی یافتہ ہیں لیکن ان کے کون سے ایسے عمل ہیں، کونسی عبادتیں کر رہے ہیں کہ اس کے باوجود یہ ترقی کر رہے ہیں اور پھر بعض یہ بھی سوچتے ہیں کہ ہم ان سے تو بہتر ہیں کہ اگر پانچ نمازیں فرض ہیں تو پانچ میں سے دو تین نمازیں تو پڑھ ہی لیتے ہیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ خدا کو بھولنے والوں کے لئے آخر میں عذاب مقدر ہے تو ان لوگوں کے پیچھے نہ چلیں۔ ہم نے اگر اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچنا ہے اور اپنی نسلوں کو بچانا ہے تو ان کی یہ ظاہری حالت نہ دیکھیں بلکہ اس تعلیم کے مطابق عمل کریں جو خدا تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر ایمان کے بعد قیام نماز کا حکم دیا ہے۔ پس ہر احمدی مرد کو بھی، عورت کو بھی، اپنی نمازوں کی حفاظت اور مردوں کو خاص طور پر باجماعت نماز کی ادائیگی کی طرف بہت توجہ دینی چاہئے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20جنوری 2017ء)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

حقیقی معرفت ہی گناہوں سے بچاتی ہے

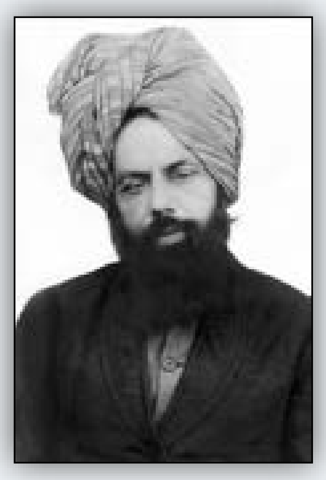

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”یقیناً یاد رکھو کہ گناہوں سے بچنے کی توفیق اس وقت مل سکتی ہے جب انسان پورے طور پر اللہ تعالیٰ پر ایمان لاوے۔ یہی بڑا مقصد انسانی زندگی کا ہے کہ گناہ کے پنجہ سے نجات پالے۔ دیکھو ایک سانپ جو خوشنما معلوم ہوتا ہے بچہ تو اس کو ہاتھ میں پکڑنے کی خواہش کرسکتا ہے اور ہاتھ بھی ڈال سکتا ہے لیکن ایک عقلمند جو جانتا ہے کہ سانپ کاٹ کھائے گا اور ہلاک کر دے گا وہ کبھی جرأت نہیں کرے گا کہ اس کی طرف لپکے۔ بلکہ اگر معلوم ہو جاوے کہ کسی مکان میں سانپ ہے تو اس میں بھی داخل نہیں ہو گا۔ ایسا ہی زہر کو جو ہلاک کرنے والی چیز سمجھتا ہے تو اُسے کھانے پر وہ دلیر نہیں ہو گا۔ پس اسی طرح پر جب تک گناہ کو خطرناک زہر یقین نہ کر لے اس سے بچ نہیں سکتا۔ یہ یقین معرفت کے بدوں پیدا نہیں ہوسکتا۔ پھر وہ کیا بات ہے کہ انسان گناہوں پر اس قدر دلیر ہو جاتا ہے باوجودیکہ وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور گناہ کو گناہ بھی سمجھتا ہے۔ اس کی وجہ بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ وہ معرفت اور بصیرت نہیں رکھتا جو گناہ سوز فطرت پیدا کرتی ہے۔ اگر یہ بات پیدا نہیں ہوتی تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ معاذ اللہ اسلام اپنے اصلی مقصد سے خالی ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ایسا نہیں۔ یہ مقصد اسلام ہی کامل طور پر پورا کرتا ہے اور اس کا ایک ہی ذریعہ ہے۔ مکالمات اور مخاطباتِ الٰہیہ۔ کیونکہ اسی سے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر کامل یقین پیدا ہوتا ہے اور اسی سے معلوم ہوتا کہ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ گناہ سے بیزار ہے اور وہ سزا دیتا ہے۔ گناہ ایک زہر ہے جو اول صغیرہ سے شروع ہوتا ہے اور پھر کبیرہ ہو جاتا ہے اور انجامکار کفر تک پہنچا دیتا ہے۔“

(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ 254)

اس شمارہ میں

- رشتہ کی تلاش کے وقت بعض بنیادی ہدایات
- صداقت حضرت مسیح موعودؑ
- مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ
- دل کا برتن نیکیوں سے خالی نہ رہے

دربارِ خلافت

رشتہ کی تلاش کے وقت بعض بنیادی ہدایات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کو ہمیشہ ہمیں یاد رکھنا چاہئے جو رشتہ کی تلاش کے وقت ترجیحی بنیاد پر اپنے سامنے رکھنے کے لئے آپ نے فرمائی جس کی روایت حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت سے چار وجوہات کی بناء پر شادی کی جاتی ہے۔ اس کے مال کی وجہ سے۔ اس کے حسب ونسب کی وجہ سے۔ خاندان کی وجہ سے۔ اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے۔ پس تم دیندار عورت کا انتخاب کرو خدا تمہارا بھلا کرے۔ (صحیح البخاری کتاب النکاح باب الاکفاء فی الدین حدیث 5090)

اگر اس بات کو لڑکے بھی اور لڑکے کے گھر والے بھی سامنے رکھنے لگ جائیں تو لڑکیاں اور لڑکی کے گھر والے اپنی ترجیح جو ہے وہ دین کرلیں گے اور جب دین ترجیح ہو گی تو بہت سے شکوے اور تحفظات جو لڑکی اور لڑکے اور اس کے گھر والوں کے بارے میں، ایک دوسرے کے بارے میں پیدا ہوتے ہیں وہ دور ہو جائیں گے۔ اور جو لڑکا دیندار لڑکی کی تلاش میں ہوگا اور دین مقدم کر رہا ہو گا اس کو پھر اپنا عمل بھی دینی تعلیم کے مطابق ڈھالنا پڑے گا۔ اور جو دینی تعلیم پر عمل کر رہا ہو گا اس کے گھر میں بلاوجہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر فتنہ اور فساد پیدا نہیں ہو رہا ہو گا اور نہ ہی لڑکے کے گھر والے لڑکی کے لئے مشکلات پیدا کرنے والے ہوں گے۔

پھر اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ دین دیکھنا بیشک ترجیح ہے لیکن بعض دفعہ ہر جوڑ ہر ایک کے لئے مناسب نہیں ہوتا۔ اس لئے رشتوں سے پہلے استخارہ کرلیا کرو۔ (صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الدعاء عند الاستخارۃ حدیث 6382)

اللہ تعالیٰ سے رشتہ کے لئے خیر طلب کرو۔ یا پھر یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس رشتے میں خیر نہیں ہے تو اس میں روک پیدا فرمادے۔ اس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ایک موقع پر بڑے خوبصورت انداز میں فرمایا کہ ’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا ہی احسان فرمایا ہے کہ ہم کو ایسی راہ بتائی ہے کہ ہم اگر اس پر عمل کریں تو انشاء اللہ نکاح ضرور سُکھ کا موجب ہو گا اور جو غرض اور مقصود قرآن مجید میں نکاح سے بتایا گیا ہے کہ وہ تسکین اور مودّت کا باعث ہو، وہ پیدا ہوتی ہے۔‘‘ (شادی بیاہ اس لئے کیا جاتا ہے تا کہ ایک دوسرے کے لئے تسکین ہو اور اس امر کا باعث ہوتا ہے کہ آپس میں پیار اور محبت پیدا ہو۔) فرمایا کہ ’’سب سے پہلی تدبیر یہ بتائی کہ نکاح کی غرض ذَاتِ الدِّیْن ہو۔‘‘ (پہلے ذکر ہو چکا دین کو تلاش کرنا ہے۔) ’’حسن و جمال کی فریفتگی یا مال و دولت کا حصول یا محض اعلیٰ حسب ونسب اس کے محرکات نہ ہوں۔ پہلے نیت نیک ہو۔ پھر اس کے بعد دوسرا کام یہ ہے کہ نکاح سے پہلے بہت استخارہ کرو۔‘‘
(خطباتِ نور صفحہ 518-519 خطبہ فرمودہ 25 دسمبر 1911ء)

پس رشتے سے پہلے جب بندہ دعا میں اللہ تعالیٰ سے تسکین اور محبت سے زندگی گزارنے کی دعا کرے اور یہ دعا کرے کہ اگر اس میں میرے لئے تسکین ہے اور خیر ہے تو یہ رشتہ ہو جائے اور شادی ہو جائے تو پھر شادی شدہ زندگی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی کامیاب گزرتی ہے لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ شادی کے بعد بھی شیطان مختلف ذریعوں سے حملے کرتا رہتا ہے۔ اس لئے یہ دعا ہمیشہ کرتے رہنا چاہئے کہ شادی ہمیشہ سکون اور محبت اور پیار سے گزرے۔

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے مزید استخارے کی اہمیت بتائی ہے۔ ایک موقع پر اس کی نصیحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ’’بڑے بڑے کاموں میں سے نکاح بھی ایک کام ہے۔‘‘ (ایک چھوٹا کام نہیں ہے۔ بڑے بڑے کاموں میں سے ایک کام ہے۔) ’’اکثر لوگوں کا یہی خیال ہوتا ہے کہ بڑی قوم کا انسان ہو۔ حسب نسب میں اعلیٰ ہو۔ مال اس کے پاس بہت ہو۔ حکومت اور جلال ہو۔ خوبصورت اور جوان ہو۔ مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوشش کیا کرو کہ دیندار انسان مل جاوے‘‘ (چاہے وہ لڑکی ہے یا لڑکا ہے۔) ’’اور چونکہ حقیقی علم، اخلاق، عادات اور دیانتداری سے آگاہ ہونا مشکل کام ہے۔ جلدی سے پتا نہیں لگ سکتا۔‘‘ (بعض رشتے ٹوٹتے ہیں تو وہ یہی کہتے ہیں کہ ہم نے بظاہر یہ دیکھ کر رشتہ کرلیا کہ دیندار ہے، اچھے اخلاق ہیں، سب کچھ ہے لیکن بعد میں پتا لگا سب کچھ غلط تھا۔ کیونکہ یہ پتا نہیں لگ سکتا) ’’اس لئے فرمایا کہ استخارہ ضرور کرلیا کرو۔‘‘ (خطباتِ نور صفحہ 254 خطبہ فرمودہ 13 ستمبر 1907ء)

آپ نے فرمایا کہ ’’ہم انجام سے بے خبر ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے۔ اس لئے اوّل خوب استخارہ کرو اور خدا سے مدد چاہو۔‘‘ (خطباتِ نور صفحہ 478 خطبہ فرمودہ 26۔ اگست 1910ء)

آپ خطبہ نکاح پر پڑھی جانے والی آیات کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ان میں یہ نصیحت ہے کہ تقویٰ کو سامنے رکھتے ہوئے رحمی رشتوں کا خیال رکھو۔ قولِ سدید سے کام لو۔ یہ جائزہ لو کہ تم اپنے کل کے لئے کیا آگے بھیج رہے ہو۔ اگر تم نے زندگی کی کامیابیاں دیکھنی ہیں تو تقویٰ بہت ضروری ہے۔ اس بارے میں استخارے کے بعد جب نکاح کا موقع آتا ہے تو آپ فرماتے ہیں ’’اس خطبہ میں بھی (یعنی نکاح پہ جو تلاوت کی جاتی ہے) اس امر کی طرف متوجہ کیا ہے کہ ان دعاؤں سے کام لے اور اپنے اعمال و افعال کے انجام کو سوچے اور غور کرے۔ پھر نکاح کی مبارکباد کے موقع پر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا سکھائی بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي الْخَيْرِ۔
(جامع الترمذی کتاب النکاح باب ما جائ فی ما یقال للمتزوّج)

یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے اور تم دونوں پر برکت نازل کرے اور تم دونوں کو نیکی پر جمع کرے۔‘‘
(خطباتِ نور صفحہ 519-520 خطبہ فرمودہ 25 دسمبر 1911ء)

پس ہر موقع پر خیر اور برکتوں کی دعا کی جاتی ہے تو پھر رشتے بابرکت بھی ہوتے ہیں۔ بعض لوگ پاکستانی اور ہندوستانی ماحول کے زیر اثر ابھی تک خاندان، برادری، قوم کے مسئلہ میں الجھے ہوئے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ تو یہ کہتا ہے کہ جب رشتے آئیں تو دعا کرو۔ دعا کرو اور استخارہ کرو۔ دین کو ترجیح دو۔ تو بجائے اس کے کہ دعا کریں، دین کو ترجیح دیں، یہ باتیں ان کے محلّ نظر نہیں ہوتیں بلکہ برادری اور قوم مدّنظر ہوتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’رشتہ ناطہ میں یہ دیکھنا چاہئے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے اور کسی ایسی آفت میں مبتلا تو نہیں جو موجب فتنہ ہو۔ اور یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام میں قوموں کا کچھ بھی لحاظ نہیں۔ صرف تقویٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد 9 صفحہ 46)

پس یہ بنیادی اصول ہے کہ تقویٰ دیکھو۔ باقی سب باتیں بدعات ہیں۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ 3 مارچ 2017ء)

اپنی رحمت کا کوئی جلوہ دِکھا

اے خُدا اب خود کرونا سے بچا
سامنے تیرے مری التجا
اے مِرے محسن مِرے ربّ الورٰی
کون ہے تیرے سوا مشکل کُشا
تیرے احساں مرحلہ در مرحلہ
حُسن تیرا مرحبا صد مرحبا
اِس قدر مُجھ پر ہوئے تیرے کرم
گِن سکوں کیسے بھلا تیری عطا
تُو بنا سایہ مِرا ہر دُھوپ میں
ہر اندھیرے میں رہا روشن دیا
ایک اِک لمحہ ہو تیرے شُکر کا
میری ساری زندگی کا مُدّعا
جانے کتنی بار تیرے فضل سے
پا لیا وہ، جس کی خاطر، کی دُعا
آج بھی طالب ہوں تیرے فضل کا
ہوں بڑی مُشکل میں کر اِس سے رِہا
بِن ترے دل چین پاتا ہی نہیں
اپنی رحمت کا کوئی جلوہ دِکھا
میرا ہر ذرّہ تری خاطر فدا
میں ترا ہوں، میں ترا ہوں میں ترا

ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔ لندن

ہارون احمد عطاء۔جرمنی

صداقت حضرت مسیح موعودؑ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ یَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِیۡنَ (المائدہ:68)

ترجمہ: اے رسول! اچھی طرح پہنچا دے جو تیرے ربّ کی طرف سے تیری طرف اتارا گیا ہے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو گویا تو نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔ اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ یقیناً اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے لکھ چھوڑا ہے کہ باوجود مخالفت کے اور اعتراضات کے میں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیۡزٌ (المجادلہ: 22)

”اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ ضرور مَیں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) کامل غلبہ والا ہے۔“

پہلی آیت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیوی شر سے یعنی لوگوں کے استہزاء سے بچائے گا (وَ اللّٰهُ یَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ) اور جس موعود نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض پا کر مسیح محمدی کا اعلان کیا ہے وہ بھی اس آیت سے فیض پا کر ایک الٰہی جماعت کا بانی بنا۔

دوسری آیت سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ نہ صرف خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ حمایت کرے گا بلکہ عموماً تمام رسولوں کے ساتھ بھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں رسول کی جمع یعنی رُسُل کا استعمال کیا ہے جو الحمد للّٰہ علی ذالك حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی حیاتِ قدسی پر بھی چسپاں ہوتا ہے۔

مخالفین کی کوششیں ناکام ہوتی چلیں گئیں اور ہر اعتراض کا جواب ان کو حضرت مسیح موعودؑ نے مدلّل اور مسکّت کی شکل میں دیا۔

پہلا اعتراض

جماعت احمدیہ کے خلاف وائٹ پیپر کی طرح پر جو رسالہ شائع کیا ہے اس میں ایک اعتراض بالکل وہی ہے جو فرعون نے حضرت موسیٰؑ پر کیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

”مرزا صاحب عربی الفاظ کے صحیح تلفظ سے قاصر تھے۔ وہ قریب المخرج عربی حروف کو الگ الگ لہجے میں نہ بول سکتے تھے مثلاً ’ق‘ اور ’ک‘ کو بعض اوقات ان کے ملاقاتی ان کی اس کمزوری پر اعتراض کرتے تھے مگر مرزا صاحب اپنی صفائی میں کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔“ (قادیانیت۔ اسلام کے لیے سنگین خطرہ صفحہ 12)

جواب

یہ حوالہ انہوں نے درج کیا ہے اور رسالہ کا عنوان ہے ”قادیانیت، اسلام کے لئے سنگین خطرہ“ تعجب کی بات یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان میں لکنت تھی۔ آپ صحیح تلفظ ادا نہیں کر سکتے تھے تو اس سے اسلام کو کیا خطرہ لاحق ہو گیا؟ اسلام کو اتنا شدید خطرہ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی زبان میں لکنت تھی۔ نادانی کی بھی کوئی حد ہے کوئی واقعی خطرہ کی بات ہو تو انسان مانے بھی کہ ہاں یہ عنوان درست ہے۔ ایسے لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر بزرگوں اور انبیاء کی زبان میں لکنت ہو یا وہ غیر فصیح ہوں تو کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے حضرت موسیٰؑ کے متعلق یہ لفظ بھی استعمال فرمایا ہے اور ان کی زبان سے اقرار کروایا کہ هُوَ اَفۡصَحُ مِنِّیۡ (القصص: 35) میں فصیح الکلام نہیں، ہارون مجھ سے زیادہ فصیح کلام کر سکتا ہے۔ اگر واقعی لکنت قابل اعتراض امر ہے تو اللہ تعالیٰ نے کم فصیح کو کیوں چن لیا؟ لکنت والے کو کیوں چن لیا؟ پس قرآن کریم تو حضرت موسیٰؑ کی زبان سے خود غیر فصیح ہونے کا اقرار کروا رہا ہے لیکن اس کے باوجود یہ مانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ دین الٰہی کے لئے کوئی خطرہ نہیں تھے لیکن جب یہ لوگ حضرت مسیح موعودؑ کے مقابل پر بات کرتے ہیں تو چونکہ مقدر یہ ہے کہ دشمن جو باتیں ماضی میں دُہراتے رہے، وہی باتیں اب بھی دُہراتے رہیں۔ اس لئے فرعون نے جو اعتراض کیا کہ موسیٰؑ غیر فصیح ہے، زبان میں لکنت ہے۔ وہی اعتراض آج ان کو دُہرانا پڑا اور انہوں نے تفاسیر میں بھی لکنت اور زبان کی دقت کے متعلق بہت سے قصے لکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ تفسیر روح المعانی تفسیر سورۃ الشعرا میں لکھا ہے:

”گھٹے گھٹے ماحول کی وجہ سے آپ (حضرت موسیٰؑ) کی زبان میں لکنت پیدا ہو گئی تھی اور یہ اسی طرح ہے کہ جیسے بعض اوقات فصحاء پر بھی جب غم شدّت اختیار کرتے ہیں اور ان کے سینوں میں گھٹن پیدا کرتے ہیں تو ان کی زبانوں میں بھی تردد پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے مقصود کو بیان نہیں کر سکتے۔“ (ترجمہ)

اس کے علاوہ ہم مزید دیکھتے ہیں کہ اسلام میں بھی ایسے مسلّمہ بزرگ ہیں جو عظیم الشان مقام رکھتے ہیں اور ان کے متعلق یہی گواہی پائی جاتی ہے کہ ان کی زبان میں لکنت تھی۔ کیا یہ لوگ حضرت بلالؓ کو بھول گئے ہیں جن کو حضرت عمرؓ سیدنا بلالؓ کہا کرتے تھے اور جب وہ ”اَشۡهَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کی بجائے ”اَسۡهَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ پڑھتے تھے تو صحابہؓ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ انہیں غصہ نہیں آتا تھا اور نہ وہ حضرت بلالؓ کو اس کے نتیجہ میں اسلام کے لئے سنگین خطرہ قرار دیتے تھے بلکہ وہ شدت غم سے تڑپتے اور بلکتے تھے کیونکہ انہیں یاد آجاتا تھا کہ حضرت بلالؓ اسی آواز کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اَسۡهَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہی پڑھا کرتے تھے۔ حضرت حسینؓ کی زبان میں بھی لکنت تھی۔ (تفسیر روح المعانی زیر تفسیر آیت: واحلل عقدۃ من لسانی)

”حضرت حسینؓ کی زبان میں لکنت تھی جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”حسینؓ نے یہ لکنت اپنے چچا حضرت موسیٰؑ سے ورثہ میں پائی ہے۔“

حضرت امام مہدیؑ کے متعلق کیا لکھا ہوا ہے:

”یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مہدی منتظر کی زبان میں بھی لکنت ہو گی اور بعض دفعہ اس کی زبان جب کلام کو بیان کرنے سے پیچھے رہ جائے گی تو وہ اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی بائیں ران پر مارے گا۔“ (تفسیر روح المعانی تفسیر آیت: یفقھوا قولی)

تو اگر امام مہدی نے پیشگوئیوں کے مطابق اس مزعومہ خطرہ کے ساتھ آنا تھا تو پھر اس خطرہ کو قبول کرنا پڑنا تھا۔ کیونکہ یہ تو اس کی سچائی کی علامت ہے۔
(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ مورخہ 29 مارچ 1985ء)

دوسرا اعتراض

”مرزا صاحب ”ابن مریم“ کس طرح ہو گئے آپ کی والدہ کا نام تو چراغ بی بی تھا۔“

جواب نمبر1:

بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

مَا مِنۡ مَوۡلُوۡدٍ یُّوۡلَدُ اِلَّا وَ الشَّیۡطَانُ یَمَسُّهُ حِیۡنَ یُوۡلَدُ، فیستهلّ صارخًا من مسِّ الشیطان، ایّاہ الّا مریم وابنها
(بخاری کتاب التفسیر باب و إنی اعیذھا بك۔۔۔
کتاب بدء الخلق باب قول اللّٰہ تعالیٰ و اذکر فی الکتاب مریم)

کہ ہر چیز پیدا ہونے والے بچے کو بوقتِ ولادت شیطان مس کرتا ہے اور بچہ جب اسے مسِ شیطان ہوتا ہے تو وہ چیختا ہے، چلاتا ہے مگر مریم اور ابن مریم کو مسِ شیطان نہیں ہوتا۔

اس پر طبعًا سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب صرف مریمؑ اور ابن مریمؑ ہی مسّ شیطان سے پاک ہیں تو پھر کیا باقی انبیاء کو عموماً اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً مسّ شیطان ہوا تھا؟ اس کا جواب علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں یہ دیا ہے:

مَعۡنَاهُ أَنَّ کُلَّ مَوۡلُوۡدٍ یَّطۡمَعُ الشَّیۡطَانُ فِی إِغۡوَاءِهِ إِلَّا مَرۡیَمَ وَابۡنَهَا، فَإِنَّهُمَا کَانَا مَعۡصُوۡمَیۡنِ، وَکَذٰلِكَ مَنۡ کَانَ فِی صِفَتِهِمَا
(تفسیر کشاف زیر آیت واذکر فی الکتاب مریم)

کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ شیطان ہر بچہ کو گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ سوائے مریم اور ابن مریم کے۔ کیونکہ وہ دونوں پاک تھے اور اسی طرح ہو وہ بچہ (بھی اس میں شامل ہے) کو مریم اور ابن مریم کی صفت پر ہے۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدث میں ”مریم“ اور ”ابن مریم“ سے صرف 2 انسان ہی مراد نہیں بلکہ 2 قسم کے انسان مراد ہیں۔ گویا جو مریمی صفت میں اور ابن مریمی صفت میں مومن اور انبیاء ہوں وہ سب ”مریم“ اور ”ابن مریم“ کے نام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر یاد کئے گئے ہیں۔

ان صفات کی مزید تشریح قرآن مجید میں ہے:

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا امۡرَاَتَ فِرۡعَوۡنَ ۘ اِذۡ قَالَتۡ رَبِّ ابۡنِ لِیۡ عِنۡدَكَ بَیۡتًا فِی الۡجَنَّةِ وَ نَجِّنِیۡ مِنۡ فِرۡعَوۡنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِیۡ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ۙ وَ مَرۡیَمَ ابۡنَتَ عِمۡرٰنَ الَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِنَا وَ صَدَّقَتۡ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتۡ مِنَ الۡقٰنِتِیۡنَ
(التحریم: 12۔13)

ترجمہ: اور اللہ نے اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے فرعون کی بیوی کی مثال دی ہے۔ جب اس نے کہا اے میرے ربّ! میرے لئے اپنے حضور جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچا لے اور مجھے ان ظالم لوگوں سے نجات بخش۔

اور عمران کی بیٹی مریم کی (مثال دی ہے) جس نے اپنی عصمت کو اچھی طرح بچائے رکھا تو ہم نے اس (بچے) میں اپنی روح میں سے کچھ پھونکا اور اس (کی ماں) نے اپنے ربّ کے کلمات کی تصدیق کی اور اس کی کتابوں کی بھی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔

ان آیات سے ماقبل کی ملحقہ آیات میں کافر مردوں کو 2 عورتوں نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ ان کے خاوند مومن تھے مگر وہ دونوں کافرہ تھیں۔ مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ مومن 2 قسم کے ہوتے ہیں: (1) آسیہ (زوجہ فرعون) صفت (2) مریمی صفت۔ پہلے وہ مومن جو کفر کے غلبہ کے نیچے دب چکے ہوں اور وہ اس سے نجات پانے کے لئے دست بدعا ہوں۔ اور دوسرے وہ مومن جن پر روزِ ازل سے ہی بدی غلبہ نہ پا سکی۔

وَ الَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا (الانبیاء: 92) یہ دوسری قسم کا مومن قرآنی اصطلاح میں ”مریم“ کہلاتا ہے۔ پھر وہ مریمی حالت سے ترقی کر کے فَنَفَخۡنَا فِیۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا (الانبیاء:92) کے مطابق ”ابن مریم“ کی حالت میں چلا جاتا

ہے کیونکہ مقامِ مریمی صدیقیت ہے اور مقامِ ابنِ مریم مقامِ نبوت۔ گویا ہر نبی پر 2 زمانے آتے ہیں۔ پہلے وہ مقامِ مریمی میں ہوتا ہے اور اسی حالت کے متعلق قرآن مجید نے اشارہ کیا۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ

"پس میں اس (رسالت) سے پہلے بھی تمہارے درمیان ایک لمبی عمر گزار چکا ہوں۔"

اور ان دونوں حالتوں یعنی صدیقیت اور نبوت کی حالتوں میں وہ مسِّ شیطان سے پاک ہوتا۔

سورۃ تحریم کی آیات سے ثابت ہوا کہ جس طرح حضرت مریم صدیقہؑ اپنی پاکیزگی کے انتہائی مقام پر پہنچ کر حاملہ ہوئیں اور اس حمل سے حضرت عیسیٰؑ جو خدا کے نبی تھے پیدا ہوئے۔ اسی طرح ایک مومن مرد بھی پہلے مریمی حالت میں ہوتا ہے اور پھر ایک روحانی اور مجازی حمل سے گزرتا ہوا مجازی "ابن مریم" کی ولادت کا باعث ہوتا ہے۔ وہ مومن مرد مجاز اور استعارہ کے رنگ میں "مریم" ہوتا ہے اور اور مجاز اور استعارہ ہی کے رنگ میں حمل سے گزرتا ہے۔ اور مجاز اور استعارہ ہی کے رنگ میں "ابنِ مریم" کی ولادت کا باعث ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے تمام کافروں اور مومنوں کو 4 عورتوں ہی سے تشبیہ دی ہے۔ مرد عورتیں تو نہیں ،ہاں استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ان کو عورتیں قرار دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ نے حضرت عباسیہ طوسیؒ کا یہ قول نقل کیا:

"قیامت کے دن جب آواز آئے گی کہ اے مردو! تو مردوں کی صفت میں سے سب سے پہلے حضرت مریمؑ کا قدم پڑے گا۔"

(تذکرۃ الاولیاء ذکر حضرت رابعہ بصری نواں باب صفحہ 51 شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز لاہور وظہیر الاصفیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء صفحہ 55)

جواب نمبر 2

اِطْلَاقُ اِسْمِ الشَّيْءِ عَلٰى مَا يُشَابِهُهُ فِيْ اَكْثَرِ خَوَاصِهٖ جَائِزٌ حَسَنٌ

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 689)

کہ ایک چیز کا نام دوسری چیز کو (جو اکثر خواص میں اس سے ملتی ہو) دینا جائز ہے۔

جواب نمبر 3

اسم علم بھی بطور مجاز دوسرے کے لئے بولا جاتا ہے۔ چنانچہ بلاغت کی کتاب تلخیص المفتاح صفحہ 59، 60 میں لکھا ہے "ولا تَكُوْنُ عَلَمًا۔۔۔ اِلَّا اِذَا تُضَمَّنَ نُوْعٌ وَّ صَفِيَّةٌ كَحَاتِمٍ...... کہ عَلَم استعارہ استعمال نہیں ہوتا ہاں جب کوئی صفت پائی جائے تب اسم علم بھی استعمال ہوسکتا ہے۔ جیسے حاتم ہے۔"

(تلخیص المفتاح از محمد عبد الرحمٰن قزوینی صفحہ 59 مطبع مجتبائی دہلی)

جواب نمبر 4

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى عِيْسٰى ابْنِ مَرْيَمَ فِيْ زُهْدِهٖ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى اَبِى الدَّرْدَاءِ" (منصب امامت صفحہ 53 مصنفہ سید اسمٰعیل شہیدؒ)

کہ تم میں سے جو شخص عیسیٰ بن مریم کو زہد کی حالت میں دیکھنا چاہے وہ حضرت ابو درداء کو دیکھے۔

(تمام جوابات کے حوالہ جات از مکمل تبلیغی پاکٹ بک صفحہ 504-602 اور صفحہ 807، مرتّبہ: جناب ملک عبد الرحمٰن خادم)

درِّ مکنون

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی اہمیت

قرآن کریم نے آخری زمانہ کی عالمگیر نشانیاں بتاتے ہوئے ایک عظیم الشان نشانی یہ بتائی کہ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (تکویر:11) کہ جب کتابیں پھیلا دی جائیں گی۔ چونکہ آخری زمانہ میں حضرت امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت ہونی تھی جن کے ذریعہ اسلام نے تمام دنیا پر غلبہ پانا تھا اس کے لئے وسیع پیمانے پر ذرائع اور اسباب کا ہونا بھی ضروری تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سامان پیدا کئے اور پریس ایجاد ہوئی تا کہ آپؑ کی تعلیم اور اسلام کی صداقت کے دلائل و براہین جلد تمام دنیا میں پھیل سکیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور پُرانے زمانہ کی طرح ہاتھ سے کتب لکھی جاتیں تو ہرگز یہ پیغام اور رجحت تمام دنیا کے تمام علاقوں پر نہ ہوسکتی۔ پریس کی ایجاد سے قبل سب سے زیادہ لکھی جانے والی کتاب قرآن کریم تھی۔ صحیح بخاری جو آج ہر جگہ دستیاب ہے پُرانے وقتوں میں نایاب تھی۔ بعض لوگ دعائیں کرتے تھے کہ وہ اپنی زندگی میں صحیح بخاری کا دیدار کرسکیں کیونکہ بخاری لکھنے والے بہت کم تھے۔ قلمی نسخے کمیاب ہوا کرتے تھے مگر آج اس عظیم الشان پیشگوئی کے ظہور سے تمام کتب ہر جگہ دستیاب ہیں۔ پس یہ ایجاد یقیناً حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی تکمیل کے لئے ہوئی۔ اور آج دنیا میں جس قدر کتب شائع ہو رہی ہیں قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کو چھوڑ کر ان میں سب سے اعلیٰ اور افضل کتب حضرت مسیح موعودؑ کی کتب ہیں۔ جن کا مطالعہ ہر احمدی کے لئے ضروری ہے بلکہ حق کے متلاشی اور سعید فطرت لوگوں کو بھی اس روحانی مائدہ سے فیضیاب کرنے کی ضرورت ہے۔ آج اسلام کا غلبہ انہی کتب کی بدولت ہے۔ آج اسلام کی فتح انہی دلائل کے ذریعے ہے۔ آج کل چونکہ ساری دنیا کے لوگ گھروں میں وقت گزار رہے ہیں اس لئے کیا ہی نادر موقعہ ہے کہ ان کتب کو پڑھا جائے اور دوسروں کو بھی ترغیب دلائی جائے۔ آج ہر گھر میں جہاں نماز باجماعت ہو رہی ہے۔ قرآن کریم باترجمہ پڑھا جارہا ہے وہاں ہر مرد و زن، بچے، جوان اور بوڑھے کے لئے لازم ہے کہ وہ باقاعدگی سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کریں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی یہ 80 سے زائد کتب تمام علوم کی حامل ہیں۔ جو روحانی خزائن کی 23 جلدوں پر مشتمل ہیں۔ سب سے چھوٹی کتاب محمود کی آمین صرف 9 صفحات کی ہے 10 کتب صرف 24 صفحات کے اندر ہیں۔ 33 کتب صرف 50 صفحات تک ہیں۔ 50 کتب صرف 106 صفحات تک ہیں۔ سب سے بڑی کتاب حقیقۃ الوحی ہے جس کے 740 صفحات ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرماتے ہیں۔

"ہمارا مدعا یہ ہونا چاہیے کہ ہماری دینی تالیفات جو جواہرات تحقیق اور تدقیق سے پُر اور حق کے طالبوں کو راہ راست پر کھینچنے والی ہیں جلدی سے اور نیز کثرت سے ایسے لوگوں کو پہنچ جائیں جو بُری تعلیموں سے متاثر ہو کر مہلک بیماریوں میں گرفتار یا قریب قریب موت کے پہنچ گئے ہیں اور ہر وقت یہ امر ہمارے مدنظر رہنا چاہیئے کہ جس ملک کی موجودہ حالت، ضلالت کے سَمّ قاتل سے نہایت خطرہ میں پڑ گئی ہو بلا توقف ہماری کتابیں اس ملک میں پھیل جائیں اور ہر ایک متلاشی حق کے ہاتھ میں وہ کتابیں نظر آویں۔" (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 403)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"اس زمانے میں جیسا میں نے پہلے بھی کہا کہ دعاؤں کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی تفاسیر اور علم کلام سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اگر قرآن کو سمجھنا ہے یا احادیث کو سمجھنا ہے تو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی کتب کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ یہ تو بڑی نعمت ہے ان لوگوں کے لئے جن کو اردو پڑھنی آتی ہے کہ تمام کتابیں اردو میں ہیں، چند ایک عربی میں بھی ہیں۔" (خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 401)

بقیہ از صفحہ 6۔ دل کا برتن نیکیوں سے خالی نہ رہے

بقیہ از صفحہ 6

توفیق دیتا چلا جائے۔"

(خطبہ جمعہ 3 ستمبر 2010ء)

اور یہ رنگ جو رمضان کے آمد کی وجہ سے ہمارے اوپر چڑھا ہے اس رنگ کو اترنے نہ دیں اور ہمیشہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے، استغفار کرتے ہوئے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے رمضان کے بعد بھی ان برکات سے فائدہ حاصل کرنے والے بنتے رہیں کیونکہ اگر کسی چیز میں ثباتِ قدمی نہیں تو عبودیت کا حق بھی ادا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ

"عبد بننے کی طرف توجہ اور ثباتِ قدمی کی طلب کے بعد پھر وہ کونسی اہم چیز ہے جو ایک مومن میں ہونی چاہئے۔"

(کرامات الصادقین، روحانی خزائن جلد 7،
خطبہ جمعہ 26/ اگست 2011ء)

اس فقرہ کی تشریح حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ ارشاد کرتا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:۔

"اگر ہم نے نمازوں میں باقاعدگی صرف رمضان کی وجہ سے اختیار کی ہے اور بعد میں ہم نے پھر سُست ہو جانا ہے تو یہ تو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنا نہیں ہے۔ اگر ہم نے جمعوں میں باقاعدگی صرف رمضان کے مہینے تک ہی رکھنی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق چلنا نہیں ہے۔ اگر ہم نے قرآن کریم کی تلاوت کو صرف رمضان کے لئے ہی ضروری سمجھا ہے اور بعد میں اس کی طرف توجہ نہیں دینی تو یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر چلنا نہیں ہے۔ اگر ہم نے درود اور ذکر کو صرف رمضان تک ہی محدود رکھنا ہے تو صرف یہ بات تو اللہ تعالیٰ ہم سے نہیں چاہتا۔ اگر ہم نے اپنے اخلاق اور دوسری نیکی کی باتوں کو صرف رمضان تک ہی مجبوری سمجھ کر کرنا ہے تو یہ تو اللہ تعالیٰ ہم سے نہیں چاہتا۔ رمضان تو ایک ٹریننگ کیمپ کے طور پر آتا ہے۔ رمضان تو اللہ تعالیٰ نے اس لئے فرض کیا ہے کہ جن نیکیوں کو تم بجالا رہے ہو اس میں مزید ترقی کرو اور ہر آنے والا رمضان جب ختم ہو تو ہمیں عبادات اور نیکیوں کی نئی منزلوں اور بلندیوں پر پہنچانے والا ہو اور ہم پھر عبادتوں اور نیکیوں کے نئے اور بلند معیار قائم کرنے والے بن جائیں۔"

(خطبہ جمعہ 23 جون 2017ء)

اس لئے آپ نے یہ تاکیدی طور پر فرمایا کہ اپنے اعمال کو ہمیشہ مستقل مزاجی کے ساتھ بروئے کار لاتے رہو تا کہ رمضان کے بعد بھی سال بھر اس روحانی مائدہ سے ہم استفادہ حاصل کرتے رہیں تا کہ یہ طریق ساری زندگی کی سلامتی کا باعث بن جائے۔ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔

"اصل میں ایک رمضان کو آپ سلامتی سے گزار لیں تو گویا اگلا سال سلامتی سے گزر گیا اور جب ہر دو رمضان کے درمیان سال سلامتی سے گزرے تو دوسرے معنوں میں ساری زندگی سلامتی سے گزر جائے گی۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23 جنوری 1998ء)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ نے گناہوں کو ڈھانکنے کی جو قوت عطا کی ہے، جن گناہوں کو دُور کرنے کی توفیق بخشی ہے، استغفار کرتے ہوئے اپنے دل کو ایک انسان نے گناہوں سے جو خالی کیا ہے تو فوری طور پر انہیں نیکیوں سے بھرنے کی کوشش کی جائے۔ اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کی جائیں۔ ورنہ اگر دل کا برتن نیکیوں سے خالی رہا تو شیطان پھر اسے انہیں غلاظتوں سے دوبارہ بھر دے گا۔"

(خطبہ جمعہ 19 ستمبر 2008ء)

دل کا برتن نیکیوں سے خالی نہ رہے

حلیم خان شاہد۔ قادیان

رمضان کا مبارک مہینہ آیا اور دیکھتے دیکھتے رحمت، مغفرت اور جہنم سے نجات دلانے والے عشرے بھی گزر گئے۔ ایک حقیقی مسلمان یہ کوشش کرتا رہا کہ ہر جہت سے اس مبارک مہینے سے استفادہ حاصل ہو۔ کیا ہماری یہ عبادت، استغفار اس مبارک مہینہ تک سمٹ کر رہ جائیں گی اور ہم نے جو نیکوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کا آغاز کیا تھا وہ دھیمی پڑ جائیں گی؟ نہیں بلکہ ہم نے اس سلسلے میں اور کوشش کرنی ہے کیونکہ ہمارے پیارے خدا نے فرمایا ہے کہ جو کوشش کرتے ہیں ان کے لئے ہم راستہ ہموار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

وَالَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا لَنَہۡدِیَنَّہُمۡ سُبُلَنَا (العنکبوت: 70)

اور وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں ہم ضرور اُنہیں اپنے رستوں کی طرف آنے کی توفیق بخشیں گے۔

پس اس کوشش کو ہمیں جاری رکھنا ہے اور جو دل کے برتن کو ہم نے نیکیوں سے بھرا ہے اس کو کبھی خالی نہ ہونے دیں۔ ہمارے پیارے امام حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک مقام پر فرماتے ہیں:۔

”پس یہ مغفرت اور بخشش کے دن تبھی ہمیں فائدہ دیں گے جب ہم ان دنوں کے فیض کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی کوشش کریں گے۔ اپنی کمزوریوں پر نظر رکھتے ہوئے استغفار سے اُن کا علاج کرتے رہیں گے تا کہ اللہ تعالیٰ کے حلقے میں رہیں۔ ورنہ جس طرح بعض بیماریاں انسانی جسم میں علاج کے باوجود مکمل طور پر ختم نہیں ہوتیں بلکہ ڈورمنٹ (Dormant) ہو جاتی ہیں یعنی بظاہر ان کے اثرات نہیں لگتے لیکن کسی وقت دوبارہ ایکٹو (Active) ہو کر وہ بیماریاں پھر اُبھر آتی ہیں۔ جب کوئی بیماری آئے، جسم کمزور ہو تو ایسی سوئی ہوئی بیماریاں پھر جاگ اُٹھتی ہیں اور حملہ کرتی ہیں، اسی طرح انسان کی نفسانی، روحانی، اخلاقی بیماریاں ہیں۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کے حکموں پر مکمل چلنے کی کوشش نہ کرتا رہے، استغفار اور توبہ سے اپنی ان حالتوں کو، ان بیماریوں کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے دبائے نہ رکھے تو پھر یہ اپنے اثرات دکھا کر انسان کو پہلی حالت کی طرف لے جانے کی کوشش کرتی ہیں۔“ (خطبہ جمعہ 19 ستمبر 2008ء)

پس اپنی کمزوریوں پر ہمیشہ نظر رکھتے ہوئے توبہ اور استغفار سے ان کا علاج کرتے رہنا ہوگا تا کہ ہم اللہ کے قریب تر ہوتے چلے جائیں اور ہمارا خدا تو وہ خدا ہے جو اپنے بندے سے بہت محبت کرنے والا ہے جیسا کہ حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں:۔

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جب بندہ ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں۔ جب وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے میں دو ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑے ہوئے جاتا ہوں۔“
(مسلم کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الذکر)

یہ ہے اسلام کا رحیم خدا لیکن انسان کمزور ہونے کی وجہ سے نا چاہتے ہوئے بھی بعض دفعہ برائیوں کی طرف گامزن ہو جاتا ہے اور پھر دل کا برتن نیکیوں سے خالی ہو جاتا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس بارے میں خطبہ جمعہ 19 ستمبر 2008ء میں فرماتے ہیں۔

”اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ بشری کمزوری کبھی ظاہر نہ ہو۔ انسان ہے، بشر ہے کمزوریاں ظاہر ہوتی ہیں۔ شیطان ہر وقت حملے کی تاک میں ہے۔ جب انسان روحانی لحاظ سے کمزور ہوتا ہے تو شیطان فوراً حملہ کرتا ہے۔ اس لئے شیطان سے بچنا اسی وقت ممکن ہے جب مسلسل انسان استغفار کرتا رہے اور مسلسل خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کی کوشش میں رہے۔ تبھی اللہ تعالیٰ کی حمایت اور نصرت کے حلقے میں ایک انسان رہ سکتا ہے۔ ورنہ جیسا کہ ایک جگہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ شیطان تو انسان کی رگوں میں خون کے ساتھ دوڑ رہا ہے جہاں کمزوری آئی شیطان نے حملہ کیا۔“

ہمارے پیارے امام نے اپنے اس اقتباس میں اللہ تعالیٰ کی حمایت اور نصرت کے حلقے میں ایک انسان کو ہمیشہ رہنے کے لئے 2 چیزوں کی ضرورت کا ذکر فرمایا ۔

1۔ مسلسل استغفار

2۔ مسلسل خدا تعالیٰ کی رضاء کے حصول کی کوشش

یہ اللہ کا محض فضل و احسان ہے کہ ماہِ رمضان میں اس نے استغفار اور خدا تعالیٰ کی رضاء کے حصول کا موقعہ دیا۔ یہ دونوں چیزیں آگے کس طرح قائم رہے اس کے لئے اپنی روحانی قوت کے ساتھ ہمیں بہت کوشش کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

”یاد رکھو کہ دو چیزیں اس اُمّت کو عطا فرمائی گئی ہیں۔ ایک قوت حاصل کرنے کے واسطے، دوسری حاصل کردہ قوت کو عملی طور پر دکھانے کے لئے۔“
(ملفوظات جلد اول صفحہ 348)

پس رمضان میں ان دونوں چیزوں میں ہم نے جو قوت حاصل کی ہے اس حاصل کردہ قوت کو اب پورے سال بھر خدا تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ، اس کے پاک مسیح موعودؑ اور اس کے خلفاء کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق عملی جامہ پہنانے کا اب وقت آ گیا ہے۔

استغفار

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

وَ مَنۡ یَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا اَوۡ یَظۡلِمۡ نَفۡسَہٗ ثُمَّ یَسۡتَغۡفِرِ اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا (النساء:111)

یعنی جو شخص (بھی) کوئی بدی کرے گا اور اپنے نفس پر ظلم کرے گا اس کے بعد اللہ سے معافی چاہے گا (تو) وہ اللہ کو بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا پائے گا۔

خدا تعالیٰ نے انسان کی فطرت ایسی بنائی ہے کہ وہ غلطیوں اور کوتاہیوں کی طرف بہت جلد راغب ہو جاتا ہے اور اس بشری کمزوری اور فطری تقاضے کی لپیٹ میں ایک عام آدمی تو آتا ہی ہے جو دنیاوی دھندوں میں پڑا ہوا ہے لیکن نیک لوگ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے حتیٰ کہ انبیاء بھی اس کی زد میں آ سکتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے کہ ”بخدا میں اللہ تعالیٰ سے دن میں 70 مرتبہ سے بھی زیادہ توبہ و استغفار کرتا ہوں۔“
(صحیح بخاری کتاب الدعوات، باب استغفار النبیؐ فی الیوم واللّیلۃ)

اسی طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

”انبیاء اس فطرتی کمزوری اور ضعف بشریت سے خوب واقف ہوتے ہیں لہٰذا وہ دعا کرتے ہیں کہ یا الٰہی تو ہماری ایسی حفاظت کر کہ وہ بشری کمزوریاں ظہور پذیر ہی نہ ہوں۔“
(ملفوظات جلد 5 صفحہ 607، الحکم 18 مئی 1908ء)

مندرجہ بالا قرآنی آیت، حدیث اور حضرت مسیح موعودؑ کے اقتباس کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

”تو جب انبیاء کی یہ حالت ہو کہ وہ ہر وقت استغفار کرنے، ہر وقت اپنے رب سے اس کی حفاظت میں رہنے کی دعا کرتے ہوں تو پھر ایک عام آدمی کو کس قدر اس بات کی ضرورت ہے کہ اس سے جو روزانہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں غلطیاں ہوتی ہیں یا ہو سکتی ہیں ان سے بچنے کے لئے یا ان کے بداثرات سے بچنے کے لئے استغفار کرے۔ اور اگر پہلے اس طرف توجہ ہو جائے تو بہت سی غلطیوں اور گناہوں سے انسان پہلے ہی بچ سکتا ہے۔ پس اس بات کی بہت زیادہ ضرورت ہے کہ ہم اس طرف توجہ دیں۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے مومن بندوں کی توبہ قبول کرنے، ان کی بخشش کے سامان پیدا کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہے۔ اور قرآن کریم نے بیسیوں جگہ مغفرت کے مضمون کا مختلف پیرایوں میں ذکر کیا ہے۔ کہیں دعائیں سکھائی گئی ہیں کہ تم یہ دعائیں مانگو تو بہت سی فطری اور بشری کمزوریوں سے بچ جاؤ گے۔ کہیں یہ ترغیب دلائی ہے کہ اس طرح بخشش طلب کرو تو اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنو گے۔ کہیں بشارت دے رہا ہے، کہیں وعدے کر رہا ہے کہ اس اس طرح میری بخشش طلب کرو تو اس دنیا کے گند سے بچائے جاؤ گے اور میری جنتوں کو حاصل کرنے والے بنو گے۔ کہیں یہ اظہار ہے کہ میں مغفرت طلب کرنے والوں سے محبت کرتا ہوں۔ غرض اگر انسان غور کرے تو اللہ تعالیٰ کے پیار، محبت اور مغفرت کے سلوک پر اللہ تعالیٰ کا تمام عمر بھی شکر ادا کرتا رہے تو نہیں کرسکتا۔“
(خطبہ جمعہ 14 مئی 2004ء)

پس یہ ہے وہ طریق جو ہمیں اللہ تعالیٰ کی حمایت اور نصرت کے حلقے میں رہنے کے لئے ایک نیا موقعہ دیتا ہے کہ ہم بار بار اس رحیم خدا سے اپنی بخشش کا طلب گار ہوں۔

حدیث میں آتا ہے کہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ رات کو پھیلاتا ہے تا کہ دن کے وقت کے گناہ کرنے والوں کی توبہ کو قبول کرے اور دن کے وقت اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تا کہ رات کے وقت گناہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے ہی کرتا رہے گا یہاں تک کہ سورج اپنے مغرب سے طلوع ہو۔
(مسلم کتاب التوبۃ باب قبول التوبۃ من الذنوب)

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اور اگر تم صالح ہو تو وہ اپنی طرف جھکنے والوں کے واسطے غفور ہے۔“
(ملفوظات جلد 5 صفحہ 450)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

اس لئے ہمیں اس رمضان کے بعد مسلسل استغفار کے ذریعہ اپنے دل کے برتن میں نیکیوں کو جمع کرنا ہوگا تا کہ ہم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حمایت اور نصرت کے حلقے میں رہتے چلے جائیں۔

خداتعالیٰ کی رضاء کے حصول کی کوشش

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّ لَہۡوٌ وَّ زِیۡنَۃٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیۡنَکُمۡ وَ تَکَاثُرٌ فِی الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَوۡلَادِ ؕ کَمَثَلِ غَیۡثٍ اَعۡجَبَ الۡکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَہِیۡجُ فَتَرٰىہُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ یَکُوۡنُ حُطَامًا ؕ وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ۙ وَّ مَغۡفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضۡوَانٌ ؕ وَ مَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ (الحدید:21)

ترجمہ:اے لوگو! جان لو کہ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل ہے اور دل بہلاوا ہے اور زینت حاصل کرنے اور آپس میں فخر کرنے اور ایک دوسرے پر مال اور اولاد میں بڑائی جتانے کا ذریعہ ہے۔ اس کی حالت بادل سے پیدا ہونے والی کھیتی کی سی ہے جس کا اُگنا زمیندار کو بہت پسند آتا ہے اور وہ خوب لہلہاتی ہے مگر آخر تُو اس کو زرد حالت میں دیکھتا ہے پھر اس کے بعد وہ گلا ہوا چُورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں ایسے دنیاداروں کے لئے سخت عذاب مقرر ہے اور بعض کے لئے اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضائے الٰہی مقرر ہے اور وَرلی زندگی صرف ایک دھوکے کا فائدہ ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے ایسا کام بتایئے جب میں اسے کروں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کرنے لگے اور باقی لوگ مجھے چاہنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت بھی ہو جائے اور بندے بھی مجھے پسند کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا سے بے رغبت اور بے نیاز ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرنے لگے گا۔ جو کچھ لوگوں کے پاس ہے یعنی دنیاوی مال ومتاع۔ اس کی خواہش چھوڑ دو۔ لوگوں کی طرف حریص نظر سے نہ دیکھو۔ لوگوں کے مالوں کو حریص نظر سے نہ دیکھو۔ لوگ تجھ سے محبت کرنے لگ جائیں گے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب الزہد فی الدنیا حدیث 4102)

گویا خالص دنیاداروں کے لئے آخرت میں سخت عذاب مقرر ہے لیکن بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور اس کی رضاء چاہتے ہوئے اس کے قرب پانے والے ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ اس کے تحت بعض لوگ اپنی بعض نیکیوں میں محنت اور کوشش کی وجہ سے اس کی رضاء حاصل کرنے والے بن جاتے ہیں۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ

”دنیوی امتحانوں کے لئے تیاری کرنے والے، راتوں کو دن بنا دینے والے طالب علموں کی محنت اور حالت کو ہم دیکھ کر رحم کھا سکتے ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ جس کا رحم اور فضل بے حد اور بے اَنت ہے اپنی طرف آنے والے کو ضائع کر دے گا؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔“

(رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء صفحہ 161۔162)

اس لئے رضاء الٰہی کے حصول کے لئے ہمیں بہت محنت کرنے کی ضرورت ہے لیکن اس کے لئے دنیا سے بالکل ہی کٹ جائیں یہ اسلام کی تعلیم نہیں ہے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ تم اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی دنیاوی نعمتوں سے فائدہ نہ اٹھاؤ لیکن اللہ تعالیٰ یہ ضرور فرماتا ہے کہ ان دنیاوی چیزوں کے حصول میں اتنا نہ ڈوب جاؤ کہ تمہیں دینی فرائض اور اللہ تعالیٰ کے حق کی ادائیگی کی طرف توجہ ہی نہ رہے۔“

(خطبہ جمعہ 5 مئی 2017ء)

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش اور اس کے حصول کے تعلق سے اگر کوئی سُستی کرتا ہے تو پھر وہ خدا کے فیض سے دور رہتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”بھلا یہ کیونکر ہو سکے کہ جو شخص نہایت لاپرواہی سے سُستی کر رہا ہے وہ ایسا ہی خدا کے فیض سے مستفید ہو جائے جیسے وہ شخص کہ جو تمام عقل اور تمام زور اور تمام اخلاص سے اس کو ڈھونڈھتا ہے۔“

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 566 حاشیہ نمبر 11)

ایک جگہ اللہ تعالیٰ کو پانے کے لئے کوشش کی حالت کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ مثال دی ہے۔ فرمایا

”جو لوگ کوشش کرتے ہیں انجام کار رہنمائی پر پہنچ جاتے ہیں۔ جس طرح وہ دانہ تخم ریزی کا بِدوں کوشش اور آبپاشی کے بے برکت رہتا ہے بلکہ خود بھی فنا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تم بھی اس اقرار کو ہر روز یاد نہ کرو گے اور دعائیں نہ مانگو گے کہ خدایا! ہماری مدد کر تو فضلِ الٰہی وارد نہیں ہو گا۔ اور بغیر امدادِ الٰہی کے تبدیلی ناممکن ہے۔“

(الحکم جلد 8 نمبر 38،39 مورخہ 10/17 نومبر 1904ء صفحہ 6 کالم نمبر 3)

پھر آپؑ فرماتے ہیں۔

”لیکن جو شخص کوشش ہی نہیں کرتا وہ کس طرح اس راہ کو پا سکتا ہے؟ خدا یابی اور حقیقی کامیابی اور نجات کا بھی یہی گر اور اصول ہے۔ انسان کو چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں مجاہدہ کرنے سے تھکے نہیں۔ نہ درماندہ ہو اور نہ اس راہ میں کوئی کمزوری ظاہر کرے۔“ (ملفوظات جلد 4 صفحہ نمبر 182،181)

گویا خدا تعالیٰ کی مدد اور ہماری کوشش ہی ہے جو ہمیں خدا تعالیٰ کی رضاء کو حاصل کرنے کے لئے مُمد اور معاون بنا سکتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کو حاصل کرنے کا طریق کیا ہے۔ اس تعلق سے حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

”خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت میں بڑھنے کی باتیں سنیں، دعاؤں اور عبادات کی طرف توجہ ہو اور اس کے حصول کے طریقے بھی سیکھیں۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی توجہ پیدا کریں۔“

(خطبہ جمعہ 6 جولائی 2012ء)

پس مندرجہ بالا ہدایت کی روشنی میں اس رمضان میں ہم نے جو اللہ تعالیٰ کی محبت کی باتیں براہ راست حضور انور سے سنی، وہ پروگرام جو ایم ٹی اے پہ نشر ہوئے اور ہم نے دیکھے، وہ تقاریر و اقتباسات جو الفضل آن لائن لندن میں سے پڑھی، وہ قرآنی آیات وحدیث جو الفضل انٹرنیشنل سے اخذ کئے یا پھر وہ روحانی خزائن جو اخبار بدر سے لئے ایسا ہی وہ بہترین مضامین جو الحکم میں شائع ہوئے اور ہم نے اس میں غوطے لگائے ان کو آگے بھی جاری رکھنے والے بنیں ۔اسی طرح حقوق اللہ کے تحت عبادات میں جو قدم آگے بڑھے اللہ کرے وہ قدم آگے بڑھتے چلے جائیں نیز حقوق العباد کے تحت جو غریبوں کی مدد، ہمسایوں کی خبر گیری، اپنے بھائیوں کے ساتھ وہ پیار بھری سحری وافطاری کا رنگ جو ہم نے اس وبائی مرض کے دنوں میں بھی بذریعہ آن لائن دیکھا اور ہیومینیٹی فرسٹ کے ذریعہ غرباء کے خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے مسیح آخر زمان کے رنگ میں رنگین ہوئے جس نے فرمایا تھا کہ

مرا مقصود ومطلوب و تمنا خدمت خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

پھر حضور انور فرماتے ہیں کہ

”اللہ کرے ہم میں سے ہر ایک اس روح کو سمجھنے والا ہو اور ہماری کوششیں ہر آن آگے بڑھنے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے اپنا عہد پورا کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی طرف لے جا رہی ہوں۔ اپنے عہدوں میں کمزوری دکھا کر اور اپنی کوششوں میں کمی کر کے ہم کبھی اللہ تعالیٰ کے حضور شرمندہ نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا عہد نبھانے اور خدا تعالیٰ کا قرب پانے کی

باقی ص 4 پر

18جون2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	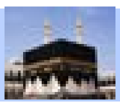	04:11	07:05
مدینہ منورہ	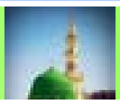	04:02	07:13
قادیان	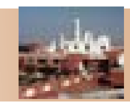	03:43	07:37
ربوہ	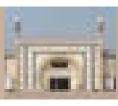	03:23	7:16
اسلام آباد ٹلفورڈ	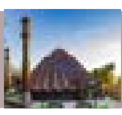	03:18	9:22